جب سے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا ہے پاکستان کے حالات دن بدن بگڑتے گئے۔ ماریشس کے جلسہ کا ذکر

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ ستمبر ۱۹۹۱ء بمقام ماریشس)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ
فِيْٓ اٰيَاتِنَا ۭ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ۭ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا
تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ حَتّٰٓى
اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا
جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا
اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا
مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ
فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ ۙ
مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ (یونس:۲۲ تا ۲۴)

یہ آیات سورۃ یونس کی ۲۲ تا ۲۴ آیات ہیں جن کی میں نے تلاوت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور جب ہم اپنے بندوں کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں یعنی بندوں پر رحمت کا سلوک

فرماتے ہیں۔ بندوں کا ترجمہ شاید درست نہیں الناس ہے یعنی لوگوں کو قطع نظر اس کے کہ وہ خدا کے بندے بننے کی اہلیت رکھتے ہیں کہ نہیں عمومی نقطہ ہے۔ تو یوں کہنا چاہئے کہ جب ہم انسانوں کو، بنی نوع انسان کو اپنی رحمت کا لطف چکھاتے ہیں بعد اس کے کہ ان کو کوئی مصیبت آ پڑی ہو اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا پھر وہ ہماری آیات میں مکر کرنے لگ جاتے ہیں۔ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ان سے کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ تدبیر کرنے میں سب سے زیادہ تیز ہے۔ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ہمارے بھیجے ہوئے، ہمارے رسول، ہمارے فرستادہ لوگ وہ سب باتیں لکھ رہے ہیں جو تم مکر کے طور پر کرتے ہو۔ اِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ یعنی ایسا گہرا انسانی فطرت کا فلسفہ بیان ہوا ہے جس کا صرف مذہبی دنیا ہی سے نہیں بلکہ عام انسانی دلچسپیوں کے ہر دائرے سے تعلق ہے۔ ایک انسان جب کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کے لئے اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا اور بسا اوقات انسان سمجھتا ہے کہ میں تو گیا۔ بڑی بڑی مصیبتیں تو الگ بات ہے میں نے دیکھا ہے کہ چھوٹی سی بیماری بھی بعض لوگوں کو اس طرح مغلوب کر دیتی ہے کہ معمولی بیماری سے بھی یہ خود اپنے نفس میں افسانے گھڑتے رہتے ہیں۔ کسی کو کینسر ہو جاتا ہے، کسی کو کوئی اور گہری بیماری پکڑ لیتی ہے یعنی اپنے فرضی خیالوں میں ہی اور وہم ہیں کہ پیچھا ہی نہیں چھوڑتے اور پھر انسان یہ سوچتا ہے کہ مجھ سے یہ غلطیاں بھی ہوئی، یہ غلطیاں بھی ہوئیں آئندہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے نجات بخشی، صحت عطا فرمائی تو میں یہ کروں گا، یہ کروں گا۔ تو انسانی دلچسپی کے ہر دائرے سے اس گہری نفسیاتی سوچ کا تعلق ہے کہ جب انسان مشکل میں مبتلا ہو تو بسا اوقات مشکل اس پر اس قدر غالب آ جاتی ہے کہ اسے نجات کی کوئی راہ دکھائی نہیں دیتی اور جب خدا تعالیٰ اس مشکل کو دور فرما دیتا ہے تو فرمایا اس کے بعد اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا پھر وہ ہماری آیات میں مکر کرنے لگ جاتے ہیں۔

یہ مضمون مذہبی دنیا پر بھی بڑی صفائی اور گہرائی کے ساتھ اطلاق پاتا ہے اور دنیاوی معاملات میں بھی۔ مذہبی دنیا میں اس طرح کہ قرآن کریم نے ہمیں فرعون کے زمانے کے واقعات بتائے ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ بار بار فرعون کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں کے عین مطابق پکڑا اور جب ان کی پکڑ آئی تو وہ حضرت موسیٰ کی طرف بار بار دوڑے

اور یہ کہا کہ ہمارے لئے دعا کرو کیونکہ اب اس بلا کو تمہاری دعا کے سوا کوئی چیز ٹال نہیں سکتی اور جب وہ بلا ٹل گئی تو اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْ اٰيَاتِنَا کا دور شروع ہوا اور انہوں نے دل میں سوچا کہ ہم نے کیا بیوقوفی کی تھی یہ تو ایک روزمرہ کا ہونے والا حادثہ تھا۔ایک ایسا واقعہ تھا جو انسانوں کے ساتھ پیش آتا ہی رہتا ہے۔کبھی دریاؤں کے پانی گدلے ہو جاتے ہیں،کبھی مینڈک بڑھ جاتے ہیں،کبھی جوئیں کثرت سے پھیل جاتی ہیں یہ تو روزمرہ کے ہونے والے واقعات ہیں۔ان کا موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے کیا تعلق ہے؟ چنانچہ ان کا جو مکر ہے وہ آیات میں شروع ہو گیا۔یعنی دیکھی تو انہوں نے آیات تھیں خدا کی کھلی کھلی نشانیاں دیکھی تھیں لیکن ان نشانیوں کو دنیا کی طرف منسوب کرنے لگے اور پھر جب دوبارہ کسی بلا نے پکڑا پھر بعینہ وہی حرکت کی۔ پھر حضرت موسیٰ کی طرف دوڑے، پھر دعائیں کروائیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کے نتیجے میں جب اس بلا کو ٹال دیا تو پھر دوبارہ وہی آیات کے ساتھ مکر کا دور شروع ہو گیا۔

قرآن کریم فرماتا ہے کہ نو مرتبہ ایسا ہوا۔نو مرتبہ موسیٰ کی بیان کردہ وعید سے تعلق رکھنے والی یعنی انذاری پیشگوئیاں پوری ہوئیں اور ہر بار یہاں تک کہ قوم ہلاک کر دی گئی۔مسلسل وہ اسی طرح حضرت موسیٰ کے ساتھ اور خدا تعالیٰ کی آیات کے ساتھ سلوک کرتے رہے۔

یہی حال بدقسمتی سے آجکل پاکستان کا ہو رہا ہے اور دن بدن یہ صورتحال زیادہ غمگین اور خوفناک اور پیچیدہ ہوتی چلی جارہی ہے۔ یہ عجیب بات ہے جسے وہ شاید مل کر سوچتے بھی ہیں کہ نہیں کہ جب سے Islamisation کا نام شروع ہوا ہے یعنی ملک کے اندر اسلام کو جاری کرنا اور یہ ضیاء الحق صاحب کے دور کا قصہ ہے وہاں سے بات چلی ہے۔ جب سے ساری قوم نے بحیثیت قوم اسلام کے نام پر خدا کو خوش کرنے کی کوششیں شروع کی ہیں مسلسل اللہ تعالیٰ کے عذاب اس قوم پر نازل ہوتے چلے جارہے ہیں اور جگہ جگہ سے بلائیں ان کو گھیرتی چلی جارہی ہیں۔کوئی انسانی زندگی کا ایسا پہلو نہیں ہے جس میں امن رہ گیا ہو،کوئی انسانی تعلقات کا ایسا دائرہ نہیں ہے جو گندہ نہ ہو چکا ہو۔ ہر وہ شہری جو پاکستان میں کسی پہلو سے زندگی بسر کر رہا ہے اس کے کوئی نہ کوئی حقوق کسی اور نے سلب کئے ہوئے ہیں۔اگر کسی شخص نے نہیں کئے تو حکومت نے سلب کئے ہیں،حکومت نے نہیں کئے تو کسی قوم نے کر لئے ہیں۔کسی نہ کسی پہلو سے ہر شخص محسوس کرتا ہے کہ وہ آزادی سے سانس نہیں لے رہا

مجبور اور بے اختیار ہے اور بے بس ہے اور ظلم اتنا پھیل گیا ہے، اتنا گہرائی میں جا چکا ہے کہ چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کی عزت بھی محفوظ نہیں رہی، معصوم بچیوں کی عزت بھی محفوظ نہیں رہی۔ اغواء ہو رہے ہیں دن بدن اور بڑی بڑی قیمتیں مانگی جاتی ہیں، بعض ایسے غریب لوگ ہیں جنہوں نے مجھے خود اپنی داستان لکھی کہ بچہ ہمارا اغوا ہو گیا ہے اور جتنا مطالبہ ہے اگر ہم ساری جائیداد بیچ دیں تب بھی وہ مطالبہ پورا نہیں کر سکتے اور شرط یہ ہے کہ اگر ہم مطالبہ پورا نہیں کریں گے تو بچے کو قتل کر کے اس کی لاش ہمارے پاس بھجوادی جائے گی اور وہ لکھتے ہیں کہ یہ کوئی دھمکی نہیں یہ روزمرہ کی باتیں ہیں۔ معصوم بچوں کو قتل کر کے واپس ماں باپ کے پاس بھجوادیا جاتا ہے یا نہروں میں بہادیا جاتا ہے کہ ان کے ماں باپ وہ پیسے نہیں دے سکے۔ چوری، اچکا پن، ڈاکے، بددیانتی، عدالتوں میں جھوٹ کوئی ایک پہلو بھی پاکستانی زندگی کا ایسا باقی نہیں رہا جہاں اسلام جاری وساری دکھائی دیتا ہو اور کثرت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی ناراضگی کی علامات ظاہر ہوتی چلی جارہی ہیں جس طرح حضرت نوحؑ کے سیلاب نے قوم کو غرق کیا تھا اسی طرح بدیوں اور معاصی اور بے اطمینانی اور بدامنی کا ایک سیلاب ہے جس میں ساری قوم غرق ہوئی پڑی ہے اور ان کو یہ علم نہیں کہ ہمارے ساتھ کیوں ایسا ہو رہا ہے؟۔

آج بھی اخباروں میں بڑے دھڑلے سے اسلام کی باتیں ہو رہی ہیں۔ شریعت کے قصے چل رہے ہیں اور مولویوں کے قبضے میں اسلام دے کر اسلام کے ساتھ حد سے زیادہ جو بیوفائی ہو سکتی تھی وہ کی جا چکی ہے۔ یہ کوئی نہیں سوچتا کہ اگر یہ چیزیں خدا کی خاطر تھیں، واقعی اسلام کی محبت میں تھیں تو خدا کو کیا ہو گیا ہے کہ اس کے بدلے میں ہمیں انعام دینے کی بجائے جوتیوں پہ جوتیاں مارتا چلا جارہا ہے۔ ایسی نیک قوم جس نے اتنے لمبے عرصے تک پاکستان بننے کے بعد جدوجہد جاری رکھی بالآخر اس ملک کو اسلامی بنانا ہے، ایسی نیک قوم جس نے اس جدوجہد کا دامن نہیں چھوڑا جب تک کہ ان مقاصد کو حاصل نہیں کر لیا اور یہاں تک کہ اسمبلیاں مجبور ہو گئیں، ان کے سر جھک گئے اور آخر شریعت اسلامی نافذ کر دی گئی ایسی قوم کو انعام ملنا چاہئے تھا یا سزا ملنی چاہئے تھی؟ یہ پہلو کوئی نہیں سوچتا۔

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یہ سب کچھ جماعت احمدیہ سے ظلم کے نتیجے میں ہے یہاں تک تو ان کی فکر جاتی ہی نہیں۔ سوچ سے ہی محروم ہو چکے ہیں، دماغی قوتیں سلب ہو گئی ہیں حالانکہ یہ ایک معمولی سی بات ہے اگر احمدیہ مسئلہ نہ ہوتا تو ناممکن تھا کہ پاکستان کی سیاست

مولویوں کو اپنی جوتی کی نوک پر بھی رکھتی۔ صرف احمدیت کے تعلق کا خوف ہے، احمدیت کی دیانتداری کا خوف ہے جو ہمارے سیاستدان کو دن بدن مولویوں کے سامنے جھکنے پر مجبور کرتا چلا جاتا ہے۔ جب احمدیت سے تعلق کی دھمکی ہو تو اس دھمکی کے اثر سے نکلنے کے لئے سب کچھ کر گزرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں، عقل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں جتنا بھی باقی ہے اور یہ نہیں سوچتے کہ دنیا کی سیاستیں اس طرح زندہ نہیں رہا کرتیں۔ پہلو در پہلو ایک عام عدالت جاری ہے، ایک شرعی عدالت جاری ہوگئی، ایک عام قانون جاری ہے ایک شرعی قانون جاری ہو گیا ہے اور چند مولویوں کے ہاتھ میں شریعت کی تعبیر اس طرح چھوڑ دی گئی کہ شریعت کورٹ جو بھی فیصلے دیتی ہے اب ہمارے پاکستانی اسمبلیوں کے نمائندے مجبور ہو چکے ہیں۔ اپنے ہاتھوں سے انہوں نے اپنے آپ کو رسیوں میں جکڑ لیا ہے۔ جو وہ کہیں اسلام کے نام پر ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ اتنا دوغلا پن پیدا ہو چکا ہے ہمارے قانون میں کہ بعض قانون دان اس پر بڑی سخت تشویش کا اظہار کر رہے ہیں۔

تو ایک موسیٰ کی قوم تھی یعنی موسیٰ کے مقابل پر فرعون کی قوم میں کہنا چاہتا تھا جو ظلم کرتی تھی اور ظلم کے بعد اتنی عقل ضرور رکھتی تھی کہ سمجھتی تھی کہ ظلم کا کچھ تعلق ضرور ہے ہماری شامت اعمال سے۔ بداعمالیاں ہیں تو شامت اعمال ہیں اور پھر وہ جا کر اپنے ظلموں کی معافی بھی مانگتے تھے اور استدعا بھی کرتے تھے کہ ہمارے لئے دعا کرو اللہ تعالیٰ ان مصیبتوں کو ٹال دے اور قرآن کریم نے عبرت کے طور پر ان کے واقعات کو ہمارے سامنے کھول کر رکھ دیا لیکن آج کے باشعور زمانے میں جبکہ تعلیم کا چرچا ہے، دنیا سمجھتی ہے کہ اتنی ترقی ہو چکی ہے، اتنا آگے نکل گئی ہے۔ اس زمانے میں عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ پاکستان اور بعض دوسرے ملکوں میں اتنی سوچ بھی باقی نہیں رہی کہ یہ باتوں سے آپس میں رشتے تو ملا کر دیکھیں **تب سے پاکستان مصیبت میں مبتلا ہوا ہے جب سے احمدیوں کو اسلام سے باہر نکالا ہے۔** اسلام کے اندر اسلام کی برکت کی یہی ضمانت تھی۔ یہی وہ تعویذ تھا جس کے نام پر اسلام کا تقدس جاری تھا اور اس تعویذ کو تو آپ نے نکال کر باہر پھینک دیا۔ پیچھے پھر اسلام کیا اور اسلام کی برکتیں کیا سب کچھ ہاتھ سے جاتا رہا ہے اور مسلسل اس کے بعد سے سیاست گندی سے گندی ہوتی چلی جارہی ہے، مٹتی ہی جارہی ہے، Horse Trading کا محاورہ ایسا کھلا کھلا استعمال ہوتا ہے کہ جیسے روز

مرہ کی کوئی بات ہے کوئی شرم و حیا کی بات ہی نہیں رہی۔ کرپشن سر سے پاؤں کے ناخنوں تک پہنچ گئی ہے۔ کوئی زندگی کا ایسا شعبہ نہیں جہاں بددیانتی کے بغیر کام چل سکے اور بے حیائی ایسی کہ دیکھیں سب کہتے ہیں الحمد للہ اسلام آ رہا ہے۔ اللہ کا بڑا احسان ہے کہ ہم اسلام کے قریب تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ کہاں اسلام کے قریب ہو رہے ہیں؟ کسی نے کبھی نہیں سوچا۔ اگر یہ ساری بدبختی اسلام ہے تو **نعوذ باللہ من ذالک** اس اسلام سے تو دوری بہتر ہے لیکن خدا گواہ ہے کہ یہ اسلام نہیں یہ بدبختیاں تمہاری شامت اعمال ہیں۔ تم نے جو احمدیوں پر مظالم کر کے اسلام سے دوری اختیار کی ہے یہ اس کی سزا ہے۔ ورنہ اسلام کے قرب کی تو خدا سزا نہیں دیا کرتا۔ اسلام سے قرب کی تو جزاء ہوتی ہے۔

پس یہ ساری وہ مصیبتیں جو تم پر نازل ہو رہی ہیں تمہیں کون سمجھائے اور کیسے سمجھائے کہ اسلام سے قرب کے نتیجے میں نہیں بلکہ اسلام سے دوری کے نتیجے میں ہیں، اسلام کے بنیادی حسین، منصفانہ قوانین کو تم نے بالائے طاق رکھ دیا بلکہ بھاڑ میں جھونک دیا اور کبھی تمہارے دل میں ادنیٰ سی بھی ضمیر میں ادنیٰ سا بھی چونکا نہیں دیا، ضمیر کی ادنیٰ سی کسک بھی تم نے اپنے دل میں محسوس نہیں کی کہ ہم کیا کر رہے ہیں، کس مقدس نام کو کیسے استعمال کر رہے ہیں اور مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ہے تو وہ یہ جاری ہے اور مسلسل چلتا چلا جا رہا ہے۔ ہر مصیبت کے لئے کوئی نہ کوئی نیا نسخہ پیش ہوتا چلا جا رہا ہے۔ جماعت اسلامی کہتی ہے کہ یہ جو اَب مصیبتیں آئی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے جماعت اسلامی سے انحراف کیا ہے اور اس کی باتیں نہیں مانیں اور جمعیت العلماء اسلام کہتی ہے کہ تم نے چونکہ اسلام کی ہماری تعبیر کو قبول نہیں کیا بلکہ کوئی اور اسلام جاری کر دیا ہے اس لئے خدا تعالیٰ تم سے ناراض ہو گیا ہے۔ پہلے خدا ناراض کیوں نہیں تھا جبکہ اسلام کا نام بھی نہیں تھا۔ جبکہ انصاف کی حکومت تھی، اس وقت خدا کہاں چلا گیا تھا اس کی غیرت کہاں تھی؟ اچھا بھلا پاکستان تھا، ساری دنیا میں اس کی عزت تھی، شہرت تھی، ہر جگہ انصاف جاری تھا۔ بددیانتیاں تو ہر ملک میں ہوتی ہیں مگر پاکستان میں برائے نام تھیں، بہت معمولی سی۔ ایک پولیس کا محکمہ تھا جو بدنام تھا اب تو پولیس کا محکمہ نیک نام تو نہیں کہہ سکتے لیکن باقی سب محکمات سے مل جل سا گیا ہے۔ سارے پولیس کے اہلکار لگتے ہیں۔ ہر جگہ نحوست ہے، ایسی نحوست ہے جو چہروں پر لکھی جا چکی ہے۔ قرآن کریم تو فرماتا ہے سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (الفتح: ۳۰) ان کی نشانیاں، ان کی پاک نور

کی علامتیں ، سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر لکھی گئی ہیں اور ان کے چہروں پر جگہ جگہ بے شمار جس دائرہ کار میں آپ کا تعلق کسی حکومت کے نمائندے سے ہو آپ کو وہاں سجدوں کے نتیجے میں نور کی کوئی علامت دکھائی نہیں دے گی بلکہ نحوست دکھائی دے گی۔

کچھ لوگ انگلستان سے پاکستان گئے واپسی پر میں نے ان سے پوچھا انہوں نے کہا ہم پہلے پاکستانی تھے پاکستان سے تعلق تو بہر حال ہے وہ تو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا مگر شاید اسی تعلق کی وجہ ہے کہ بے حد دلبر داشتہ ہو کر لوٹے ہیں بعض ماؤں نے کہا کہ بچوں کو بڑے شوق سے لے کر گئے تھے لیکن اتنی تکلیف ہوئی ہے جا کر آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز میں بھی رشوت نہ دو تو کام نہیں بنتا۔ سیٹ بک کروانے کے لئے بھی رشوت دینی پڑتی ہے۔ انہوں نے یہاں تک بتایا کہ پی آئی اے کے جہاز میں لاہور سے بک ہوئی ہوئی سیٹ ہمیں دینے سے انکار کر دیا، سیٹیں بھر چکی ہیں۔ پھر کسی نے سمجھایا کہ بیوقوف پیسے دے دو تو تمہاری ریز رو سیٹ تمہیں ملے گی۔ تو ہر شعبہ زندگی میں بد دیانتی اپنے کمال کو پہنچ چکی ہے اور اسلام کی باتیں جو ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہی ہیں۔ کچھ سمجھ نہیں آتی یہ کون سا اسلام ہے۔ کن رگوں میں دوڑ رہا ہے، وہ کیا خون ہے جو نعوذ باللہ من ذالک اس نام سے پلید ہو رہا ہے یہ نام تو خونوں کو پاک کرنے والا نام تھا۔ یہ نام تو جس رگ میں دھڑکے اس رگ کو زندہ کر دیتا ہے۔ جس لہو میں شامل ہو اسے پاکیزہ بنا دیتا ہے۔ یہ وہی نام ہے جس نے حضرت محمد مصطفی ﷺ اور آپ کے غلاموں کو نئی روحانی زندگی عطا کی تھی۔ ایک روحانی انقلاب برپا کر دیا تھا۔ آج یہ الٹ کیسے چل رہا ہے۔ یہ سوچنے کی بات ہے لیکن قرآن کریم جیسا کہ فرماتا ہے ان کے دلوں پر تالے پڑ چکے ہوں۔ اگر دلوں پر تالے پڑ چکے ہوں تو پھر کوئی علاج نہیں مگر قرآن کریم نے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا کہ اپنے نفس کو قائل کرنے کے لئے بہانے ضرور تلاش کرتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی مکر بنا لیتے ہیں۔ آجکل یہ مکر چلا ہوا ہے ملاں اپنی خفت مٹانے کی خاطر یہ عوام کو باور کروانے کے لئے کہ یہ ساری نحوستیں ہماری نہیں اور ہماری فرضی شریعت کی نہیں بلکہ اس بات کی نحوست ہیں کہ ہماری Brand کا اسلام کیوں نہیں آیا۔ پھر نواز شریف Brand کا اسلام کیوں آیا ہے یا بے نظیر بھٹو Brand کا اسلام کیوں لایا جائے گا۔ جب تک ہماری Brand ہماری قسم کا اسلام نافذ نہیں ہوتا اس وقت تک تم لوگ بچتے نہیں حالانکہ وہ آخری تنکا ہو گا جو کمر توڑنے والا ہو

گا۔ ابھی تک خدا کا شکر ہے کہ کسی مولوی کی مکمل Brand نہیں آئی۔ اگر وہ آجائے تو اس ملک کے بچنے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔

خدا کرے اس تنکے سے پہلے پہلے یہ لعنتوں کے بوجھ جو اپنی کمر پر لاد بیٹھے ہیں ان کو ہلکا کرنا شروع کریں اور مَّكْرٌ فِيٓ اٰيَاتِنَا کی بجائے تفکر فی الآیات کی عادت ڈالیں۔ مکر اور تفکر میں یہ فرق ہے مکر کے نتیجے میں انسان بہانے تلاش کرتا ہے اور اصل وجہ کو چھپاتا ہے اور دوسری وجہیں سوچ کر ان سے اپنے ضمیر کی غلطیوں پر پردے ڈالتا ہے لیکن تفکر کے نتیجے میں انسان گہرا اترتا چلا جاتا ہے۔ وہ بات کی کنہ تک پہنچتا ہے، وہ آخری طرف جس کی وجہ سے کوئی چیز اور کوئی سلسلہ شروع ہوتا ہے اس آخری کنہ تک پہنچ جاتا ہے اور یہ کچھ مشکل نہیں ہے۔ پاکستان کی تاریخ کو احمدیت کے ساتھ پاکستان کے سلوک کی تاریخ کے ساتھ ملا کر پڑھیں ہر بات ایسے کھلتی چلی جائے گی جیسے دن کی روشنی میں آپ کچھ دیکھ رہے ہوں۔

پس ایک مضمون تو مذہبی دنیا سے تعلق رکھنے والا مضمون ہے جس کا تاریخ سے بھی تعلق ہے حال سے بھی تعلق ہے مستقبل سے بھی رہے گا لیکن اس تعلق میں جب ہم آج کے پاکستان کا جائزہ لیتے ہیں تو بڑا دکھ ہوتا ہے کہ سابقہ تاریخ سے استفادہ کرنے کی بجائے قومیں جب دوبارہ وہی ٹھوکر کھاتی ہیں تو پہلے سے بڑھ کر ٹھوکر کھایا کرتی ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے۔ پہلی غلطی دہرانے والی قومیں اس مقام پر نہیں ٹھہرا کرتیں جو پہلی غلطی کا مقام تھا بلکہ ہمیشہ آگے بڑھ جاتی ہیں اور اسی طرح اب خدا کی پکڑ بھی بالآخر آگے بڑھتی ہے اور اس جاری سلسلے کو دنیا میں کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔

ایک اور پہلو اس کا ذاتی سوچوں کا پہلو ہے اور روزمرہ کی زندگی سے تعلق رکھنے والا ہے۔ وہ یہ ہے کہ انسان جب بھی کسی مشکل میں مبتلا ہو تو ہر شخص کے دنیا کے اندر اسی قسم کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے وہ سوچتا ہے کہ میں کیوں اس مصیبت میں مبتلا ہوا؟ اب میں بچوں گا تو کیسے بچوں گا؟ اگر میں بچ گیا تو کیا کچھ کروں گا؟ اور دعائیں کرتا بھی ہے اور کرواتا بھی ہے بسا اوقات لیکن جب بچ جاتا ہے تو ہمیشہ اس بچنے کا کریڈٹ یا اپنے آپ کو دیتا ہے یا اپنی کسی ہوشیاری کو دیتا ہے یا اپنے کسی علاج کو دیتا ہے یا اور کوئی بہانہ ڈھونڈ لیتا ہے اور ہمیشہ تعریف خدا کے لئے دل میں پیدا نہیں کرتا بلکہ اپنے لئے یا اپنی کسی ہوشیاری کے لئے تعریف کا جواز پیدا کرتا ہے۔ یہ ہمیشہ کا لفظ تو شاید درست نہ ہو کیونکہ

بہت سے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس ہلاکت سے بچاتا ہے لیکن یہ روزمرہ کی ایک عام انسانی نفسیات سے تعلق رکھنے والا مسئلہ ہے۔ ایک انسان کسی مشکل میں مبتلا ہوا اور دعا بھی کی اور ہاتھ پاؤں بھی مارے اور کوئی نہ کوئی تدبیر کہیں چل گئی یا وہ یہ سمجھا کہ اتفاق سے میرا ایک ایسا دوست آ گیا جس کو مدت سے جانتا تھا لیکن تعلق نہیں رہا تھا وہ موقع پر آ گیا اور میں نے اس سے بات کر لی اور جب وہ مصیبت ٹل گئی تو اس کی تعریف جو ہے یا وہ دوست تک ختم ہو جائے گی یا اپنی ہوشیاری تک۔ میں اگر اس وقت اس سے بات نہ کرتا تو شاید میرا مسئلہ کبھی حل ہی نہ ہوتا۔ اس کو یہ خیال نہیں آتا کہ جو دعا کی تھی اس کے نتیجے میں خدا مسبب الاسباب ہے۔ یہ کیوں نہیں سوچا اس نے کہ خدا نے دوست تو بھجوا دیا جس سے کبھی ملاقات نہیں رہی تھی، خدا نے بروقت اس کے دل میں خیال پیدا کیا کہ یوں ہو گیا ہوگا۔

ایک ایسی فیملی جس کو کسی ملک کا ویزا ملنا مشکل تھا کیونکہ وہ مومن فیملی ہے، مومن خاندان ہے یعنی دل کے لحاظ سے عقل کے لحاظ سے اس لئے میں ان کی مثال دیتا ہوں۔ ان کی سوچ مختلف تھی اس موقع پر اور اپنی مومنانہ سوچ ہے۔ ایک ایسی جگہ کا ویزا لینے کے لئے جہاں ایمبیسیز نے راستے بند کئے ہوئے تھے کسی احمدی کو ویزا نہیں دیتی تھیں۔ انہوں نے کوشش کی اور آخر خیال آیا کہ بے دلی سے، یعنی کوشش تو نہیں کی لیکن پتا کیا تو پتا لگا کہ کوئی امکان نہیں ہے۔ ان کے میاں نے یونہی بے دلی سے اپنے ایک دوست سے ذکر کیا کہ خواہش تو بہت تھی میرے بچے وہاں چلے جائیں لیکن کوئی صورت نہیں ہے۔ اس دوست نے کہا کہ صورت کیسے نہیں ابھی جاؤ اور جا کے درخواست دے دو اور دیکھو پھر کیا ہوتا ہے۔ انہوں نے جا کر درخواست دی، بغیر انٹرویو کے، بغیر کسی سوال جواب، بغیر بیوی بچوں کو بلائے سب کا ویزا فوراً دے دیا۔ اب اگر مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا کی سوچ ہوتی تو دماغ صرف اسی دوست تک ٹھہرتا کہ دیکھو کتنا عظیم الشان دوست تھا کیسے موقع پر کام آیا لیکن چونکہ مومنانہ سوچ تھی انہوں نے شروع سے آخر تک یہی کہا کہ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیں جب وہ کسی بندے کے لئے تدبیر کرتا ہے تو کس طرح تدبیر کرتا ہے۔ وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس دوست سے ہمیں کوئی خیر پہنچے گی اور بغیر کسی تدبیر کے بغیر کسی توقع کے، بغیر اس علم کے کہ اس کا اس امریکی سے کوئی دور کا بھی تعلق ہے۔ یونہی بے دلی کی سی بات تھی جو کر دی۔ چھوڑیں جی چھوڑیں وہاں ہم کیسے جا سکتے ہیں وہاں تو کسی احمدی کو ویزا ملنے کا سوال ہی نہیں اور معلوم ہوتا ہے اس دوست کا ایمبیسی میں کسی شخص سے گہرا تعلق تھا

اس نے اس کو جب بھیجا ہے تو کوئی بات ہوگی لیکن اصل سبب یہ تعلق نہیں تھا اصل سبب خدا کی تقدیر تھی اور وہ تدبیر تھی جو تقدیر کے نتیجے میں پیدا ہوئی ہے۔ تو مَّكْرٌ فِيٓ اٰيَاتِنَا اور تفکر فی ایاتنا دونوں میں فرق ہے۔

روزمرہ کی زندگی میں ہم سے بارہا یہ واقعات ہوتے ہیں۔ جب بیمار ہوتے ہیں اور اچھے ہو جاتے ہیں تو کہتے ہیں فلاں دوائی سے فائدہ ہوا، فلاں چیز سے فائدہ ہوا۔ دوائیاں بھی کام کرتی ہیں مگر خدا کے اذن سے کام کرتی ہیں۔ صحیح دوائی تک ذہن کا پہنچ جانا بھی اللہ کے اذن سے ہوتا ہے۔ دوائی کو اجازت بھی کام کی تب ملتی ہے جب اللہ تعالیٰ کا اذن ہو۔ پس مومن کو ہمیشہ تدبر فی آیات کرنا چاہئے تفکر فی آیات چاہئے اور کبھی مکر فی الآیات کی عادت نہیں ڈالنی چاہئے کیونکہ یہ ہلاک کرنے والی عادت ہے۔

جن قوموں میں انفرادی طور پر آیات میں مکر کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے بحیثیت مجموعی، بحیثیت قوم ان کی ساری قومی فکر ہی مکر فی الآیات کی فکر بن جایا کرتی ہے۔ جیسے فرعون کی قوم اس سے پہلے اس صورت سے ہلاک ہوئی ہے جیسا کہ اب ہم پاکستان میں بہت دردناک حالات دیکھ رہے ہیں۔ اسی طرح کا یہ زہر ہے جو افراد میں داخل ہوتا ہے پھر قومی بیماری بن جاتا ہے اور جب قومی بیماری بن جائے تو قوموں کو ہلاک کر دیا کرتا ہے۔ آپ اس بات پر نگران رہیں اور ہمیشہ نگران رہیں تو جب بھی کسی مشکل میں مبتلا ہوں اور خدا تعالیٰ سے التجاء کر کے اس مشکل سے نجات کے لئے خیر طلب کریں، اس خدا کی مدد طلب کریں اور وہ مشکل حل ہو جائے تو خواہ کیسے ہی بڑے بڑے بت آپ کے سامنے کیوں نہ آئیں اور ہر ایک ان میں سے یہ دعویٰ کر رہا ہو کہ میری وجہ سے تمہارا یہ مسئلہ حل ہوا۔ آپ ان سب بتوں کی آواز کو رڈ کر دیا کریں اور گردن صرف خدا کے حضور جھکایا کریں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسباب کا شکریہ ادا نہیں کرنا۔ شکریہ ادا کرنا ہے مگر اللہ کے حکم سے۔ دل پوری طرح خدا کی رضا پر راضی رہنا چاہئے اور مطمئن رہنا چاہئے کہ جو کچھ ہمیں ملا محض اللہ کے فضل سے ملا یعنی چونکہ خدا فرماتا ہے کہ جو بندوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر ادا نہیں کرتا اس لئے صاحب شکر بندہ بنیں اور یہی سچائی ہے، یہی توحید کامل ہے جس پر جماعت کو ہمیشہ قائم رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

پیشتر اس کے کہ میں دوسرا خطبہ شروع کروں اور اس پہلے حصّے کو ختم کروں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ماریشس کی جماعت کا آج جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے اور ماریشس کی جماعت نے مجھ سے ایک خواہش کا اظہار کیا کہ یہ خطبہ جمعہ جو ہم بھی سن رہے ہوں گے یہ ہمارے جلسہ کا افتتاح بن جائے اس لئے اس خطبہ جمعہ میں ہمیں مخاطب کر کے بھی کچھ باتیں کریں۔تو چونکہ یہ سارا سلسلہ ریڈیو کے وسیلے سے یعنی ٹیلی کمیونیکشن کے وسیلے سے خطبے کا دوسرے ملکوں تک پہنچنا ماریشس سے شروع ہوا تھا اور انہی لوگوں کی Brain Wave تھی یعنی ایک خاص ان کے ذہن کی ایک لہر تھی جس سے یہ خیال پیدا ہوا اس لئے ساری دنیا کی جماعتیں ماریشس کی بہرحال ممنون احسان ہیں جن کو فوری طور پر براہ راست یہ آواز سننے کی توفیق مل جاتی ہے۔

ماریشس کی جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک بہت ہی مستعد اور مخلص جماعت ہے اور ماریشس کے لوگ ذہین بھی ہیں اور اعلیٰ درجہ کا Sence of Humour یعنی ذوق مزاح بھی رکھتے ہیں اور بہت کاموں میں باقاعدہ اور مستعد ہیں۔یہ اگرچہ جزیرہ ایسا ہے جس میں جا کر ....کا خیال آتا ہے یعنی Tennison کی ایک مشہور نظم ہے Lotus Eaters جس میں ایک ایسے جزیرے کا نقشہ کھینچا گیا ہے جہاں ہمیشہ ایک ہی سا موسم رہتا ہے۔بہت ہریالی ہے اور بہت سرسبزی اور شادابی ہے اور زمین بھی مہربان ہے اور آسمان بھی مہربان ہے لیکن اتنا مہربان ہیں دونوں کے دونوں کہ لوگوں کو اپنے کاموں کے لئے کچھ کرنا نہیں پڑتا۔اس لئے بے انتہاء سست ہو گئے ہیں اور Lotus کھاتے رہتے ہیں یعنی افیم اور یہ سارا دن ان کا سوائے اس کے کوئی کام نہیں افیم کھائی اور نشے میں دھت رہے اور خدا کی قدرت کے عجائب دیکھتے رہے۔

ماریشس ویسے ہی جزیرہ دکھائی دیتا ہے جیسا۔۔۔کی نظم Lotus Eaters میں بیان کیا گیا ہے مگر بالکل برعکس نتیجہ ظاہر کرنے والا جزیرہ۔یہاں کہ لوگ ایسے خوبصورت جزیرے میں ایسے دائمی اچھے موسم کا فیض پاتے ہوئے بہت محنتی ہیں،بہت مستعد ہیں۔جماعتی کاموں میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بہت باقاعدہ اور مستعد اور ہر آواز پر لبیک کہنے والے ہیں اور ذہنی لحاظ سے اچھی اچھی باتیں ان کو سوجھتی رہتی ہیں۔صرف ان سے شکوہ یہ ہے کہ تبلیغ کے معاملے میں جیسا ان سے توقع تھی آغاز میں تو وہ پوری کی لیکن اب کچھ سُست ہو گئے ہیں۔اگر دنیا کے معاملے میں Lotus

Eaters نہیں بنے تو خدا کے لئے تبلیغ کے معاملے میں تو Lotus Eaters نہ بن جاؤ۔ یہ ایک وہ جگہ ہے جہاں .... ہو نا حرام ہے۔ اس لئے اگر آپ کو خدا کی نعمتوں کا جو اس نے آپ پر نازل فرمائیں شکر ادا کرتے ہوئے پوری محنت کے ساتھ اپنے جزیرے کو وہ روحانی نعمت بھی عطا کرنے کی کوشش کریں جس سے آپ فیضیاب ہو رہے ہیں تو واقعی دنیا میں جزیرہ ہر پہلو سے جنت نشان بن سکتا ہے۔

اس سلسلے میں سر جوڑ کر بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ آپ لوگوں کو خدا نے اچھا ذہن عطا فرمایا ہے، ترکیبیں سوجھتی ہیں، محنت کر لیتے ہیں، لوگوں کے اندر جذب ہونے کی طاقت موجود ہے، دل جیتنے کی طاقت موجود ہے وہ کون سی چیز ہے جس کی تبلیغ میں ضرورت ہو اور آپ کو مہیا نہ ہو؟ اس لئے سب کچھ ہے اگر دعا کی کمی ہے تو پھر دعائیں کریں اور جس طرح بھی ہو اپنی سابقہ کوتاہیوں کی تلافی کرنے کی کوشش کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ماریشس کی جماعت پوری طرح مستعد ہو جائے تو جیسا کہ ماریشس کے عام طور پر لوگ ہیں، صاف لوگ ہیں جلدی اثر قبول کرنے والے ہیں، مخالفت کا اثر بھی جلدی قبول کر لیتے ہیں لیکن پاکستانی میں اور ہندوستانی لوگوں کی طرح مخالفت کے رنگ کو پکا نہیں کرتے بلکہ جہاں شفاف پانی ملا اور رنگ ڈھل گیا اور دوسرا رنگ چڑھ گیا لیکن خدا کا رنگ پکا ہوا کرتا ہے۔ وہ جب چڑھتا ہے تو پھر وہ اس بات کی ضمانت خود دیتا ہے کہ وہ رنگ مستقل رہے گا۔ تو میں یہ چاہتا ہوں جس طرح آپ نے دوسرے گندے رنگ جو آپ پر پہلے احمدی ہونے سے چڑھے ہوئے تھے ایک دفعہ دھو ڈالے اور خدا کے رنگ میں رنگین ہوئے اور خدائی لوگوں کی صفات اپنانے کی کوشش کی ہے اگرچہ بہت سی منزلیں ابھی اس معاملے میں طے ہونے والی ہیں میں یہ نہیں میں کہتا کہ آپ درجہ کمال کو پہنچ گئے ہیں لیکن دنیا کی جماعتوں میں آپ کا ایک ایسا مقام ہے کہ مجھے بہت عزیز ہیں۔ اس پہلو سے میں آپ سے توقع رکھتا ہوں اور توقع رکھنے کا حق رکھتا ہوں کہ اگر آپ خدا کے فضل کے ساتھ تبلیغ کی طرف بھرپور توجہ دیں تو اس جزیرے کی چند سالوں میں قسمت بدل سکتی ہے اور یہ دنیا ہی میں نہیں بلکہ دین میں بھی ایک جنت جزیرہ بن سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور اہل ماریشس کو بھی توفیق عطا فرمائے کہ آپ کے نیک رنگ اختیار کریں اور جلد از جلد احمدیت کی پرامن آغوش میں آجائیں۔ آمین

اس مختصر افتتاحی خطاب کے بعد اب میں اس خطبے کو ختم کرتا ہوں اور مسنون خطبہ پڑھوں گا۔